قسط ۱۱

مطالعۃ القرآن

از۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز علوی۔

مدت نزول قرآن

قرآن مجید کی مدت نزول کے بارے میں علماء کے تین قول ہیں۔ (۱) بیس سال۔ (۲) تئیس سال۔ (۳) پچیس سال۔ سبب اختلاف آپ کی مکہ میں نزول قرآن کے بعد کی مدت اقامت ہے۔ کیونکہ مدینہ میں مدت اقامت بالاتفاق دس سال ہے۔ مکہ کی مدت اقامت کے بارے میں تین قول ہیں۔ (۱) دس سال۔ (۲) تیرہ سال۔ (۳) پندرہ سال۔

بقول دکتور شعبان۔ اگر تحقیق و تدقیق سے کام لیا جائے تو مدت نزول بائیس سال پانچ ماہ اور تقریباً پندرہ دن بنے گی۔ کیونکہ آپ کو نبوت چالیس سال کی عمر کی تکمیل پر ملی ہے اور آپ کی پیدائش یا ولادت ربیع الاول میں سوموار کے دن ہوئی۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے

ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین و نبیٔ یوم الاثنین

مسلم شریف کی روایت ہے کہ ایک اعرابی نے آپ سے سوال کیا "ماتقول فی صوم یوم الاثنین فقال ذالک یوم ولدت و انزل فیہ علی" سوموار کے روزہ کے بارے میں آپ کا فرمان کیا ہے تو آپ نے فرمایا میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی کا نزول ہوا۔ ربیع الاول میں وحی کے نزول کا آغاز رویائے صادقہ (سچے خواب) کی صورت میں ہوا اور نزول قرآن کا آغاز ماہ رمضان میں ہوا۔ اگرچہ تاریخ کے بارے میں اختلاف ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ ربیع الاول سے رمضان

تک کی مدت پانچ ماہ ہے۔ گویا اکتالیس سال کی عمر میں رمضان میں نزول قرآن کا آغاز ہوا اور آخری وحی "واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وھم لایظلمون" ہے۔ اس کے بعد آپ کتنے دن زندہ رہے ہیں اس کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ۹ دن بعض کے نزدیک گیارہ دن اور بعض کے نزدیک اکیس دن اور اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ آپ کے یوم وفات کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ یکم ربیع الاول ہے یا دو ربیع الاول یا بارہ ربیع الاول۔ اگر جمہور کا قول تسلیم کر لیا جائے کہ ولادت بھی ۱۲ ربیع الاول کو ہے اور وفات بھی ۱۲ ربیع الاول کو تو پھر آپ کی نبوت کی تیئس سال زندگی ہے۔ ربیع الاول سے رمضان اور آخری وحی سے وفات تک کے دن کے سوا مدت نزول قرآن ہو گی۔ اگر یہ دن نہ نکالیں تو مدت تیئس سال رہے گی جب کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے

بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم لاربعين سنة فمكث بمكة ثلاث عشرة سنة يوحى اليه ثم امر بالهجرة عشرة سنين

آپ کو نبوت چالیس سال کی عمر میں ملی تیرہ سال مکہ میں رہے اور نزول وحی کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر ہجرت کا حکم ملا اور دس سال زندہ رہے۔

دکتور شعبان نے دکتور ابو شہبہ کے قول کو اختیار کر کے مدت نزول بائیس سال پانچ ماہ چودہ دن کو ترجیح دی ہے۔ وحی کے آغاز کا دن سترہ رمضان قرار دیا ہے۔ (التشریع الاسلامی ص ۱۲۱-۱۲۲)

لیکن اس تحقیق و تدقیق پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ رویائے صادقہ کی صورت میں جو نزول وحی کا آغاز ہوا تھا جس کی مدت چھ ماہ ہے اس کو کیوں

نظرانداز کیا گیا ہے۔ اس کو بھی شمار کرنا چاہیئے۔ اگر اس مدت کا منہا کرنا درست ہے تو پھر فترت وحی کا اڑھائی سالہ عرصہ کیوں شمار کیا گیا ہے۔ نیز اس میں آغاز کیلئے سترہ (۱۷) رمضان کا قول اختیار کیا گیا ہے۔ جب کہ قرآن مجید سے یہ ثابت ہوا ہے کہ وحی کا آغاز لیلۃ القدر سے ہوا ہے اور لیلۃ القدر جمہور امت کے نزدیک ۲۰ رمضان کے بعد کی کوئی طاق رات ہے۔ اگر فترت وحی کا عرصہ بھی نکال دیا جائے تو ان لوگوں کا قول بھی درست ہو گا جو مدت نزول بیس سال قرار دیتے ہیں۔

مقدار نزول آیات

قرآن مجید چونکہ دفعتہ اور یکبارگی نازل نہیں ہوا بلکہ حسب ضرورت نازل ہوتا رہا ہے۔ اس لئے ہمیشہ ایک مقدار میں اس کا نزول نہیں ہوا کبھی آیت کا ایک ٹکڑا نازل ہوا۔ جیسا کہ "من الفجر یا غیر اولی الضرر" کا نزول ہوا کبھی پانچ آیات کا نزول ہوا جیسا کہ اقراء کی ابتدائی آیات کے نزول سے ثابت ہوتا ہے کبھی دس آیات اتری ہیں جیسا کہ واقعہ افک کی آیات کا نزول ہے۔ بعض دفعہ مکمل سورۃ اتاری جاتی تھی جیسا کہ تیسویں پارے کی چھوٹی سورتیں ہیں۔ یا سورۃ انعام کے نزول کا واقعہ ہے۔ ہاں بعض صحابہ کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جبریل ایک وقت میں پانچ آیات سے زیادہ نہیں سناتے تھے تاکہ آپ ان کو آسانی سے یاد کر لیں۔ پانچ آیات یاد کرنے کے بعد پھر پانچ سناتے۔ امام سیوطی نے امام بیہقی کے حوالہ سے ابوالعالیہ کا قول نقل کیا ہے کہ قرآن کو پانچ پانچ آیتیں کر کے سیکھو کیونکہ نبی اکرم ﷺ جبریل سے پانچ پانچ آیتیں ہی لیتے تھے۔

لیکن یہ بات کسی صحیح مرفوع روایت سے ثابت نہیں ہوتی اور ظاہر قرآن بھی اس کے مخالف ہے کیونکہ یاد کرانے کی ذمہ داری تو خود اللہ تعالیٰ نے اٹھائی ہے کہ "انّ علینا جمعہ و قرآنہ"۔

قرآن مجید کے تدریجی نزول کے اسرار و حکم

قرآن مجید کا نزول حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا کر کے بالاقساط ہوا ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے

وقرانا فرقناه لتقراٗه علی الناس علی مکث و نزّلناه تنزیلا۔
(سورۃ بنی اسرائیل آیت۱۰۶)

اور قرآن ہم نے اسے جدا جدا رکھا ہے تاکہ آپ اسے لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے بتدریج اتارا۔ قرآن اور تنزیل دونوں لفظوں میں اس کے تدریجی نزول کو بیان کیا گیا ہے اور اس تدریجی نزول کی بہت سی حکمتیں ہیں۔
بعض رسول اکرم ﷺ کے اعتبار سے ہیں اور بعض مؤمنوں یا مخاطبوں کے اعتبار سے ہیں۔

علمائے اسلام نے ان کو تفصیل سے لکھا ہے۔ تفصیل و تشریح بیان کرنے سے پہلے اجمالاً ان کی تعبیر اس طرح ہو سکتی ہے۔

۱۔ تثبیت قلب النبی ﷺ۔ ۲۔التحدی والاعجاز۔ ۳۔التلطف بالنبی ﷺ عند نزول الوحی۔ ۴۔التدرج فی تربیۃ الامۃ الناشئۃ۔ ۵۔مسایرۃ الحوادث والوقائع۔
۶۔الارشاد الی مصدر القرآن۔

۱۔ تثبیت قلب النبی ﷺ

قرآن مجید کو تدریجاً تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کی پہلی حکمت حضور اکرم ﷺ کے قلب مبارک کو مضبوط و مستحکم کرنا ہے تاکہ آپ میں اس کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کا حوصلہ اور قوت پیدا ہو۔ قرآن حکیم نے اس حکمت کو خود بیان فرمایا ہے۔ جب یہودیوں اور مشرکین نے قرآن مجید کے تدریجی نزول پر اعتراض کیا کہ "لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ" کہ اس پر قرآن یکبارگی پورا کیوں نہیں نازل کر دیا گیا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

کذالک لنثبت بہ فؤادک ورتلناہ۔ ترتیلا۔ (پ۱۹۔ سورہ فرقان آیت۳۲)

اس طرح اس لئے تاکہ ہم اس کے ذریعہ آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر اتارا۔ اور دل کی تقویت و استحکام کی صورت اس بناء پر تھی کہ جب آپ نے دعوت و تبلیغ کا کام شروع فرمایا تو لوگوں نے آپ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس سلسلہ میں انتہائی ضد و عناد اور ہٹ دھرمی سے کام لیا آپ جس قدر جذبہ صادقہ اور محبت و پیار سے سمجھانے کی کوشش کرتے وہ اس قدر عداوت و نفرت کا اظہار کرتے اور آپ کو طرح طرح سے تنگ کرتے اور ظلم و ستم کے مختلف حربے استعمال کرتے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے

فلعلک باخع نفسک علی اٰثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفاً۔ (پ۱۵۔ سورہ کھف آیت۶)

پس شاید آپ ان کے پیچھے غم سے اپنی جان دے دیں گے اگر یہ اس کام پر ایمان نہ لائے۔

اس لئے آپ کے دل کی تثبیت و تقویت کیلئے مندرجہ ذیل صورتیں اختیار کی گئیں۔

الف:۔ قرآن مجید کو تدریجاً آہستہ آہستہ وقفہ وقفہ سے اتارا گیا تاکہ اس کے حفظ و فہم میں تیسر و سہولت رہے۔ اس کے احکام و قوانین، حقائق و دقائق اور اسرار و حکم کی معرفت میں آسانی پیدا ہو۔ کیونکہ قرآن مجید کے حفظ و فہم اور اس کے احکام کے ضبط اور اسرار و رموز کی معرفت سے آپ کے دل کو تسکین و اطمینان حاصل ہوتا تھا۔ جو آپ کے دل کی تقویت کا باعث بنتا تھا۔

ب:۔ قرآن مجید میں پہلے رسولوں کے قصص واقعات کو بار بار بیان کیا گیا تاکہ ان کے حالات سے آپ کو تسلی ہو۔ اور ان کا اسوہ و نمونہ آپ کے پیش نظر رہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے

وکلا نقص علیک من انباء الرسل مانثبت بہ فؤادک۔ (پ۱۲ سورۃ ھود آیت۱۲۰)

اور رسولوں کے واقعات سے یہ سب ہم آپ سے بیان کرتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔

ج:۔ قرآن بار بار حق کی تائید کرتا اور باطل کی تردید کرتا اور حق کے ظہور و غلبہ کی خوشخبری سناتا اور اس سے آپ کو کامیابی و کامرانی کا بار بار سرور حاصل ہوتا جو قلب و فؤاد کی تقویت کا باعث بنتا ہے۔

د:۔ آپ پوری دلسوزی سے تبلیغ فرماتے کافر آپ کی تکذیب کرتے آپ کو تسلی دی جاتی کہ یہ سلوک و طیرہ صرف آپ کے ساتھ نہیں اپنایا گیا۔ پہلے رسولوں کے ساتھ بھی کافروں کا وطیرہ اور طرز عمل یہی رہا ہے

فان کذبوک فقد کذب رسل من قبلک جاء بالبینات والزبر والکتاب المنیر۔ (پ۴ آل عمران آیت۱۸۴)
پس اگر یہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں تو آپ سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی جو دلائل اور صحیفے اور روشن کتاب لائے تھے۔

ولقد کذبت رسل من قبلک فصبروا علی ماکذبوا واو ذوا حتی اتاھم نصرنا۔ (پ۷ انعام آیت۳۴)
اور آپ سے پہلے بھی پیغمبر خوب جھٹلائے جا چکے ہیں۔ سو انہوں نے اس پر صبر کیا کہ ان کی تکذیب کی گئی اور انہیں ایذا دی گئی یہاں تک کہ انہیں ہماری نصرت آپہنچی۔

ط:۔ اگر ایک طرف آپ سے کامیابی و کامرانی کا وعدہ کیا کہ

کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی ان اللہ قوی عزیز۔ (پ۲۸۔ مجادلہ آیت۲۱)
اللہ تعالیٰ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب آ کر رہیں گے۔
بے شک اللہ تعالیٰ بہت قوت والا بڑے غلبہ والا ہے۔

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شھیدا۔ (پ۲٦۔ الفتح آیت۲۸)
وہ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے اور اللہ کافی ہے گواہ۔

تو دوسری طرف دشمنوں اور مخالفوں کو ہزیمت و ناکامی کی دھمکی دی۔

قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الی جھنم و بئس المھاد۔ (پ۳ آل عمران آیت۱۲)

کافروں سے کہہ دیجئے کہ تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کئے جاو گ اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

کبھی آپ کو بتایا گیا کہ یہ آپ کو نہیں جھٹلاتے، آپ کی شخصیت و ذات پر انہیں کوئی اعتراض نہیں انہیں تو - سے دشمنی اور عناد ہے اس لئے آپ غم و حزن میں مبتلا نہ ہوں

قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانهم لایکذبونک ولکن الظالمین بایات الله یجحدون۔ (پ۷ انعام آیت۳۳)

بے شک ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں وہ آپ کو رنج پہنچاتا ہے تو یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے یہ ظالم تو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

کبھی آپ کو صراحتہ رنج و غم میں مبتلا ہونے سے منع کیا گیا

ولایحزنک قولهم ان العزة لله جمیعا هو السمیع العلیم۔ (پ۱۱ یونس آیت٦٥)

اور آپ کو ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں غلبہ تمام تر اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

فلا تذهب نفسک علیهم حسرت ان الله علیم بما یصنعون۔ (پ۲۲ فاطر)

سو ان پر افسوس کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے بے شک اللہ تعالیٰ ان کے کرتوتوں سے خوب واقف ہے۔

کبھی آپ کو صراحتہ صبر و ثبات کا حکم دیا گیا

فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل ولا تستعجل لهم۔ (پ۲٦ انصاف آیت۳۵)

پس آپ صبر کیجئے جیسا کہ صاحب عزم و ہمت رسولوں نے صبر کیا تھا اور ان لوگوں کے حق میں جلدی نہ کیجئے۔

واصبر علی مایقولون واهجرهم هجرا جمیلا۔ و ذرنی والمکذبین اولی النعمة و مهّلهم قلیلا۔ (پ۲۹ منزمل آیت۱۰۔۱۱)

اور ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور ان سے خوبصورتی کے ساتھ الگ ہو جایئے۔ مجھے اور ان اصحاب نعمت جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیجئے اور ان کو تھوڑی مہلت اور دیجئے۔

اس طرح ہر موقع و محل پر، ہر حادثہ وواقعہ اور ہر اعتراض پر آپ کو تسلی دی جاتی رہی۔ آپ کو اس طرح بھی تسلی دی جاتی رہی کہ آپ تو ضرورت سے بڑھ کر ان کی ہمدردی اور خیر خواہی کا حق ادا کر رہے ہیں اور ان کو ایماندار بنانے کی سر توڑ کوشش فرما رہے ہیں اور اس کیلئے اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال رہے ہیں ان تلوں میں تیل باقی نہیں۔ اس لئے اگر یہ ایمان نہیں لا رہے تو اس میں آپ کا نہیں، انہیں کا قصور ہے

لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ (پ۱۹۔ شعراء آیت۳)

شاید کہ آپ ان کے ایمان نہ لانے پر جان دے دیں گے۔ کیا آپ ان مردوں کو سنا دیں گے

انما یستجیبون الذین یسمعون الله والموتی یبعثهم الله ثم الیه یرجعون۔ (پ۷ انعام آیت۳۶)

قبول تو وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اللہ تعالیٰ اٹھا۔ کا پھر وہ اس کی طرف واپس لائے جائیں گے۔

انک لاتسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذ ولوا مدبرین وما انت بھدی العمی عن ضلالتھم ان تسمع الا من یؤمن بایتنا فھم مسلمون۔ (پ۲۰ نحل آیت۸۶)

آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔ آپ تو بس انہیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں پھر وہ مانتے ہیں۔ کبھی تقویت و تسلی کیلئے آپ سے حفاظت و حیانت کا وعدہ کیا جاتا ہے۔

یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لایھدی القوم الکافرین۔ (پ۶ مائدۃ آیت۶۷)

اے پیغمبر آپ کے پروردگار کی طرف سے جو کچھ آپ کی طرف اترا ہے اسے پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے یہ کام نہ کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا یقیناً اللہ کافر لوگوں کو راہ نہ دے گا۔

واصبر لحکم ربک فانک باعیننا۔ (پ۲۷ طور آیت۴۸)

آپ اپنے پروردگار کی تجویز پر ڈٹ جایئے کیونکہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں۔

اسی طرح سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الانشراح۔ سورۃ الکوثر میں تسلی کا انتظام فرمایا گیا ہے۔

۲۔ التحدی والاعجاز

کافروں مشرکوں کی سرکشی و ضلالت اور طغیانی و عداوت روز بڑھ رہی تھی اس کیلئے وہ انتہائی غیر معقول سوالات کرتے تھے اور تصور کرتے تھے کہ رسول ان

کا جواب دینے سے عاجز آ جائے گا مثلاً وقوع قیامت کے بارے میں سوال کرتے۔ عذاب کے فوری نزول کا سوال کرتے اور کہتے جب ہم گل سڑ جائیں گے اور مٹی میں گھل مل جائیں گے تو ہمیں نئے سرے سے اٹھایا جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کو ہمارا کفر و شرک پسند نہ ہوتا تو وہ کفر و شرک کا ارتکاب کرنے دیتا اس قسم کے تمام سوالات کے جوابات موقعہ بموقعہ ان کو دیئے جاتے رہتے اور ان کے ہر قسم کے شکوک و شبہات کے ازالہ کا سامان ہوتا رہتا۔

ولا یا تونک بمثل الاجئنک بالحق واحسن تفسیرا۔ (پ۱۹ فرقان آیت۳۳)

اور یہ لوگ جیسا بھی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں ہم اس کا جواب ٹھیک اور خوب تفسیر و وضاحت کے ساتھ آپ کو بتا دیتے ہیں۔

اس طرح ان کے تمام سوالات اور چیلنجوں کا ان کو منہ توڑ جواب دیا جاتا۔

حضرت ابن عباس کا قول ہے

کان المشرکون اذا احد ثوا شیئا احدث الله لهم جواباً۔ (مباحث فی علوم القرآن ص۱۱۰)

جب بھی مشرک کوئی نیا سوال پیش کرتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا نیا جواب آ جاتا۔

بلکہ رسول کی تقویت و تسلی کیلئے ان کو قرآن کے مقابلہ کی مختلف اور گوناگوں اسلوب سے دعوت دی جاتی۔ اس طرح قرآن کے بار بار نزول سے بار بار تحدی و چیلنج پایا جاتا کہ قرآن کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصہ کے مقابلہ میں کلام پیش کرو۔ اس طرح دشمن کا بار بار عاجز آنا اور پیغمبر کو لاجواب نہ کر سکنا پیغمبر ﷺ کیلئے قوت و تائید کا باعث بنتا۔

۳۔ التلطف بالنبی ﷺ عند نزول الوحی

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی ہیبت و جلال کا مظہر ہے اور اللہ تعالیٰ کا معجز کلام ہے جو کہ ایک جلال و وقار رکھتا ہے اس کا تحمل واخذ ایک انتہائی کٹھن اور مشکل کام ہے۔ اس کی ہیبت و جلال اور عظمت و وقار کا تو یہ حال ہے کہ

لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصد عامن خشیۃ اللہ۔ (پ۲۸ حشر۔ آیت۲۱)

پہاڑ کی تمام ترجسامت واستحکام اور صلابت وشدت کے باوجود یہ عالم ہوتا کہ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تُو اس کو دیکھتا کہ اللہ کے خوف وخشیت سے دب کر پھٹ جاتا۔

تو پھر اس قول ثقیل (انا سنلقی علیک قولا ثقیلا۔ مزمل) کا تحمل واخذ آپ کیلئے آسانی و سہولت کے ساتھ کس طرح ممکن تھا۔ کہ اگر آپ اونٹ پر سوار ہوتے وہ بھی بوجھ محسوس کرتا۔ دوسرا انسان اپنا ران ٹوٹتا محسوس کرتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں نزول وحی کے وقت انتہائی شدید سردی کے موسم میں بھی، ان جبینہ لیتفصد عرقا آپ کی پیشانی پسینے سے شرابور ہو جاتی۔ اس لئے یکبارگی آپ کیلئے ممکن نہ ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی انتہا کی مہربانی اور کمال لطف و کرم سے کام لے کر قرآن مجید کو بتدریج نازل فرمایا۔ مزید برآں وحی کا بار بار آنا اس بات کو مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ کے پاس فرشتہ بار بار آئے جس سے پیغمبر کیلئے اللہ تعالیٰ کی عنایت اور لطف و کرم کا اظہار ہوتا اور اس سے آپ کا قلب مبارک